رمضان المبارک کے بعد کے شب وروز

ابو خالد خان کریم نگر

رمضان المبارک ہم سے جدا ہو وا ہم میں دو طراح کے لوگ ملتے ہیں، کوچھ لوگوں کو افسوس ہے کے رمضان المبارک ہم سے جدا ہو گیا کوچھ لوگ تھنڈی سانس لیتے ہیں کے رمضان کی مابندی ختم ہو گئ ّ یے دونو کا خیال غلت ہے، یخینن رمضان توفان کی طرح آیا اور آندھی کی طرح چلا گیا اور قیامت تک آتا رہے گاہ، رمضان کے مقصد کے حصول میں رمضان کی عبادات سے جو قوت حاصل ہوئ ّ ہے اس سے استنفادے کی فکر اور اس کی تزکیر ہونی چھاہیے، رمضان المبارک در صل حصول تقویٰ اور تزکیہ ٔ نفس کی وہ درس گاہ ہے جس سے سند فراغت حاصل کرنے کیلئے ّ ہر مسلمان کو اپنی ایمانی کیفیت اور دینی غیرت و حمیت کا جاعزہ لینا چاہے ّ .

کاشتکار کی اَن تھک محنت اور شب وروز کی نگرانی زمین کے ایک سادہ تکڑے کو لہلاتے ہوئے ّ کھیت میں بدل دیتی ہے اور جہاں کچھ نہ تھا وہاں غلے ّ کی قیمتی فصل کھڑی ہو جاتی ہے .

یہ بات سو چھی بھی نہں جاسکتی کہ فصل کی تیاری کے بعد کوئ ّ کاشتکار اپنی محنت سے تیار کی ہوئ ّ کھڑی فصل کو آگ لگادے گا، یا اسے برباد ہونے کے لے ّ یوں ہی بے کار چھوڑ دے گا، اس کاشتکار کے ماگل ہونے میں کسے شبہ ہو سکتا ہے .

اگر ہم ان ثمرات کو اپنے شب وروز کے اعمال میں زندہ رکھنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں تو ہم نے حقیقت میں روزوں کی روح کو پالیا اور اگر ہمای زندگی میں ان کا عکس مفقود رہا تو ہم گو یا رمضان کے مقصد کے حصول میں کام اور سراسر نقصان کے مستحق ٹھیریں گے

قابل غور بات یہ ہے کہ ان ثمرات کو کیسے باقی رکھا جائے؟

جس میں نہ ہو انقلاب موت ہے وہ زندگی

رمضان المبارک کا آغاز ہی اُفق عالم پر ہلال رمضان المبارک کی نمود سے عالم روحانیت میں ایک ہمہ گیر انقلاب برپا ہونے لگتا ہے، وسعت تغیرات کی یہ سلن کہ ابتدا ہی جنت کے تمام دروازوں کے کھلنے اور دوزخ کے سارے دروازے بند کیے جانے سے ہوتی ہے، وقت، مقدار، کمیت اور کیفیت کے سارے پیمانے بدل دیے جاتے ہیں، اس ماہ مبارک کی ایک رات ہزار راتوں سے زیادہ افضل قرار پا

تی ہے، عرش بریں کے حامل فرشتوں کو حکم خداوندی ملتا ہے کہ اپنی عبادت بند کرو اور اہل زمین کی دعاؤں پر آمین کہو، آسمانوں کا یہ سارا انقلاب اس لیے برپا ہوا کہ زمین پر آباد انسان کی دنیا کو ایک اندرونی انقلاب سے دوچار کرنا مقصود ہے، اس طرح عالم انسانیت میں ایک ایسا انقلاب رونما ہونے لگتا ہے جس کی وسعت بے پناہ اور جس کا نفوذ بے انتہا، یہ ظاہر و باطن سب پر محیط ہے یہاں فکر و نظر جزبات و احساسات اور عمل و جستجو سب کچھ تبدیلیوں سے ہم کنار ہے .

رمضان کے آتے ہی تقویٰ، خوفِ خدا اور نیکی کے لیے ایک نیا جذبہ اور ولولہ سامنے آتا ہے۔ ہر شخص کچھ نہ کچھ نیکی کرنے کی کوشش میں ہوتا ہے۔ مساجد میں رونق ہو جاتی ہے، تلاوتِ قرآن کا اہتمام ہوتا ہے، اور ہمدردی و خیر خواہی کے جذبے کے تحت اِنفاق اور حاجت مندوں کی امداد کی جاتی ہے۔ اجتماعی طور پر نیکی کا ماحول ہوتا ہے۔ نیکیوں کے لیے موسمِ بہار کا ساسماں ہوتا ہے۔ گویا اس حوالے سے ہمارا معاشرہ ایک زندہ معاشرہ ہے۔ کم و بیش پورے ماہِ صیام میں یہ سلسلہ چلتا ہے بلکہ آخری عشرے میں اعتکاف کا خصوصی اہتمام خصوصاً شب قدر کے موقع پر عبادت، نوافل کی ادائیگی اور شب بیداری کے لیے لوگوں کا جذبہ دیدنی اور ایمان پرور ہوتا ہے۔

دوسری طرف رمضان کے گزرتے ہی بلکہ چاند رات ہی کو یہ صورتِ حال بدلتی محسوس ہوتی ہے۔ جذبۂ ایمان سرد پڑنے لگتا ہے۔ روزے کی وجہ سے لوگ جن غلط کاریوں سے رُکے ہوتے ہیں ان کا پھر سے ارتکاب کرنے لگتے ہیں۔ نماز کی ادائیگی میں کمی آجاتی ہے اور مسجدوں کی رونق ماند پڑنے لگتی ہے۔ قرآن کی تلاوت اور قرآن سے وہ تعلق نہیں رہتا جو اس ماہ میں لوگوں کا معمول بن جاتا ہے۔ عبادت کے ذوق و شوق میں کمی آجاتی ہے۔ حلال و حرام اور جائز و ناجائز کی وہ تمیز گھٹنی شروع ہو جاتی ہے جس کا رمضان کے تقدس اور احترام میں اہتمام کیا جاتا ہے۔ گویا رمضان میں اگر قید یا پابندی تھی تو رمضان کے بعد ایک طرح سے پھر بے قیدی ہو جاتی ہے ؟

آخر اس کا سبب کیا ہے ؟

رمضان کا یہ مہنہ ہم اسے آغاز سمجھے انتہا نہں سمجھے اللہ نے ہمیں اعمال صالیہ کی طوفیق دی ہے تو پوری زندگی میں موت تک جاری رہنا چہایے زندگی جب تک ہے جب تک عمل ہے زندگی ختم ہو گی تو عمل ختم ہو گا، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب انسان کی وفات ہو جاتی ہے تو اُس کا عمل ختم ہوتا ہے .

مولاناابوالحسن علی ندوی رحمتہ اللہ علیہ، فرماتے ہیں کہ رمضان کا روزہ چھوٹا روزہ ہے اور اسلام کا روزہ بڑا روزہ ہے، رمضان کا روزہ طلوع فجر سے شروہوتا ہے اور غروب آفتاب تک رہتا ہے جبکہ اسلام کا روزہ بالغ ہونے سے شروہوتا ہے اور موت کی ہچکی پر افطار ہو جاتا ہے، رمضان میں رمضان کے لیے عبادت کرتا تھا تو رمضان ختم ہو گیا لیکن جو اللہ کے لیے عبادت کرتا تھا وہ اللہ ہمیشا ہے شوال کا بھی ہے ہر مہنے ہر سال کا اللہ ہے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے موقہ پر ابو بکر صدیقؓ نے قطبہ فرمایا، لوگو سن لو جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا رہا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے رخصت ہو گیے لیکن جو اللہ کی عبادت کرتا تھا وہ جان لے اللہ ہمیشا سے زندا ہے اور ، رہے گا اور اُسے موت تاری نہں ہو گی

وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۚ أَفَإِنْ مَاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ ۚ وَمَنْ يَنْقَلِبْ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَضُرَّ اللَّهَ شَيْئًا ۗ وَسَيَجْزِي اللَّهُ الشَّاكِرِينَ

اللہ تعالیٰ نے اپنی پاک کتاب میں جہاں روزوں کی فرضیت کا اعلان فرمایا ہے، اور اس سلسلے کے کچھ احکام بیان فرمائے ہیں، وہاں آخر میں فرمایا ہے

وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ ۖ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ ۖ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ O

اور جب میرے بندے تم سے میرے بارے میں پوچھیں تو کہہ دو میں قریب ہی ہوں، میں ہر پکارنے والے کی پکار کو سنتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے، تو وہ میری پکار پر لبیک کہیں اور مجھ پر ایمان رکھیں، امید ہے وہ میری راہ پالیں گے۔ (گویا وہ خود مجھے پالیں گے)

رمضان وہ موسم ہے جس میں ہم اپنے دلوں کو تقویٰ وایمان کے مفہوم ومعانی سے بھر لینے کی کوشش کرتے ہیں۔ دلوں کو اُس چیز کے حصول کی ترغیب دلاتے ہیں، جو اللہ کے پاس ہے۔ اللہ کی خوشنودی اور نعمتوں کی طرف متوجہ کرتے ہیں۔ رمضان کی عبادتوں کی قبولیت کی علامت یہ ہے کہ انسان رمضان کے بعد بھی اللہ کی رسّی کو پکڑے رکھے۔ وہ اپنے رب کے ساتھ استوار ہوئے تعلق کو ٹوٹنے نہ دے۔ بعض اسلاف تو یہ کہتے ہیں کہ بہت بُرے ہیں وہ لوگ جو اللہ کو صرف رمضان ہی میں پہچانتے ہیں۔ لہٰذا ہم کہتے ہیں کہ مسلمانو! ربانی بنو، رمضانی نہ بنو۔ ایسے موسمی نہ بنو جو اللہ تعالیٰ کو سال میں صرف ایک مہینے کے لیے پہچانتے ہیں۔ پھر اِس کے بعد اُس کی عبادت واطاعت کا سلسلہ توڑ دیتے ہیں، رمضان ختم ہو گیا عمل ختم نہں ہوا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ

، اے لوگوں جو ایمان لائے ہو، اللہ سے ڈرو جیسا کہ اُس سے ڈرنے کا حق ہے، تم کو موت نہ آئے مگر اس حال میں کہ تم مسلم ہو

وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ ۞ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهِ نَفْسُهُ

ہم نے انسان کو پیدا کیا اور دل میں اُبھرنے والے وسوسوں تک کو ہم جانتے ہیں، ہم اس سے اس کی رگ گردن سے بھی زیادہ قریب ہیں،،(ق آیت 16)

وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنتُمْ ۚ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ

وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں بھی تم ہو، جو کام بھی تم کرتے ہو اسے وہ دیکھ رہا ہے،،(حدید 4)

ہماری سب سے بڑی آرزو اور سب سے بڑی تمنا یہ ہو جائے کہ ہم اپنے رب سے قریب ہو جائیں، ہماری زندگی کا سب سے اہم مسئلہ یہ بن جائے کہ آپ اپنے رب کو خوش کر لیں، آپ اس کے پسندیدہ اور مقرب بندے بن جائیں۔

ایک مہینے کی مسلسل مشق سے صیام و قیام کے اثرات قلب و جسم پر نقش ہو جاتے ہیں۔ اگر ہم ان ثمرات کو اپنے شب و روز کے اعمال میں زندہ رکھنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں تو ہم نے حقیقت میں روزوں کی روح کو پالیا اور اگر ہماری زندگی میں ان کا عکس مفقود رہا تو ہم گویا رمضان کے مقصد کے حصول میں ناکام اور سراسر نقصان کے مستحق ٹھیریں گے۔

رمضان المبارک وہ ہم سے کیا تقاضے کرتا ہے اور ہمارے سامنے کیا مطالبے رکھتا ہے

عَنْ اَبِیْ ہُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رُبَّ صَائِمٍ لَیْسَ لَہٗ مِنْ صِیَامِہٖ اِلَّا الْجُوْعُ۔ (1)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کتنے ہی روزہ دار ایسے ہوں گے جن کے حصے میں سوائے بھوک پیاس کی مشقت کے اور کچھ نہیں آئے گا۔

وَعَنْہُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیْسَ الصِّیَامُ مِنَ الْاَکْلِ وَالشُّرْبِ اِنَّمَا الصِّیَامُ مِنَ اللَّغْوِ وَالرَّفَثِ فَاِنْ سَابَّکَ اَحَدٌ اَوْ جَہِلَ عَلَیْکَ فَقُلْ اِنِّیْ صَائِمٌ اِنِّیْ صَائِمٌ۔ (2)

حضرت ابوہریرہؓ سے ہی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روزے کا مطلب صرف کھانے پینے سے پرہیز نہیں، روزے کا مطلب لڑائی جھگڑے اور بے حیائی کے تمام کاموں سے پرہیز ہے، تو اگر کوئی تم سے گالم گلوچ کرے یا تمہارے ساتھ بدتمیزی کرے ۔ تو کہہ دو میں تو روزے سے ہوں۔ میں تو روزے سے ہوں

(3) وَعَنْہُ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ لَمْ یَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِہٖ فَلَیْسَ لِلّٰہِ حَاجَۃٌ فِیْ اَنْ یَدَعَ طَعَامَہٗ وَ شَرَابَہٗ۔ حضرت ابوہریرہؓ سے ہی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے غلط باتیں کہنی اور غلط کام کرنے نہیں چھوڑے، اللہ کو کوئی ضرورت نہیں کہ وہ اپنا کھانا پینا چھوڑ دے۔۔

(4) وَعَنْ اَبِیْ عُبَیْدَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلصَّوْمُ جُنَّۃٌ مَالَمْ یَخْرِقْھَا، قِیْلَ وَبِمَ یَخْرِقُھَا یَارَسُوْلَ اللہِ قَالَ: بِکِذْبٍ اَوْغِیْبَۃٍ۔

حضرت ابوعبیدہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روزہ ڈھال کا کام دیتا ہے بشرطیکہ روزہ دار اسے پھاڑ نہ ڈالے، لوگوں نے عرض کیا اللہ کے رسول! یہ ڈھال کیسے پھٹتی ہے؟ آپ نے فرمایا، جھوٹ سے یا غیبت سے۔

یہ چند حدیثیں ہیں، ان حدیثوں سے ہم بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ رمضان المبارک کیا ہے۔ وہ تو اس لئے آتا ہے کہ ہم کو اور آپ کو پاک صاف بنائے۔ وہ تو ہماری زندگیوں کو سنوارنے اور نکھارنے آتا ہے، ہمارے میل کچیل اور ہماری آلائشوں کو دور کرنے آتا ہے، وہ ہماری برائیوں اور ہماری کمزوریوں کی اصلاح کے لئے آتا، ہماری روحانی بیماریوں اور اخلاقی خرابیوں کا علاج کرنے آتا ہے، وہ ہمیں ہر طرح کی تاریکیوں اور ظلمتوں سے نکال کر روشنی میں لانے کے لئے آتا ہے، وہ اس لئے آتا ہے کہ ہمارے پورے وجود کو سراپا نور بنادے، ہماری پوری زندگی کو مکمل روشنی بنادے.

ماہ رمضان المبارک کی ہر گھڑی امت کہ ہر فرد کو یہ پیغام سناتی ہے :

اجتماعیت (1)

رمضان کے بعد عبادات میں کمی کا بنیادی سبب اجتماعی ماحول اور اجتماعیت کی کمی ہے۔ ماہِ رمضان میں پورے ماحول پر نیکی کا رنگ غالب ہوتا ہے۔ نیکی کرنا آسان اور برائی کا ارتکاب مشکل ہوتا ہے۔ رمضان کے رخصت ہوتے ہی ماحول میں بڑی حد تک تبدیلی آجاتی ہے اور نیکی کرنا مقابلتاً مشکل ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نیکی کا جذبہ سرد پڑنے لگتا ہے اور عبادات میں کمی واقع ہو جاتی ہے۔ یہی وہ پہلو ہے جس کی طرف ایک غزوہ سے واپسی کے موقع پر نبی کریم نے صحابہ کرام کو توجہ دلائی تھی کہ اب تم جہادِ اصغر سے جہادِ اکبر کی طرف لوٹ رہے ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ روزمرہ زندگی میں، جب کہ ماحول بھی سازگار نہ ہو خدا کی مکمل اطاعت کرنا کوئی آسان کام نہیں اور اسی لیے آپ نے اسے جہادِ اکبر سے تعبیر فرمایا ہے۔

رمضان کے بعد نیکی کے لیے جذبے کو تر و تازہ رکھنا ایک مسلمان کے لیے بڑا چیلنج ہے، جب کہ ماحول سازگار نہ ہو اور اس میں تبدیلی بھی آچکی ہو۔ شیطان ہمارا کھلا دشمن ہے اور اس کے مقابلے کے لیے اجتماعیت ناگزیر ہے۔ نبی کریم نے مختلف مواقع پر اجتماعیت کی اسی اہمیت کو واضح کیا ہے۔ ایک موقع پر آپ نے فرمایا کہ بھیڑیا اُسی بھیڑ کو کھاتا ہے جو اپنے ریوڑ سے الگ ہو جاتی ہے۔ کہیں آپ نے فرمایا کہ جماعت پر خدا کی رحمت ہوتی ہے۔ اسی طرح آپ نے اجتماعیت کے ساتھ جڑے رہنے پر بہت زور دیا ہے۔ لٰہذا رمضان کے بعد نیکی اور پرہیزگاری کے عمل کے تسلسل کے لیے اجتماعیت سے جڑنا اور صحبتِ صالح اختیار کرنا جہاں ضروری ہے وہاں نیکی کے جذبے کے ماند پڑ جانے کا علاج بھی ہے۔ سورۂ کہف میں اجتماعیت اور صحبتِ صالح کی اسی اہمیت پر زور دیا گیا ہے بالخصوص جب نیکی کے لیے ماحول سازگار نہ ہو، جیسا کہ آج ہمارا معاشرہ ہے۔ فرمایا گیا ہے: ''اور اپنے دل کو اُن لوگوں کی معیت پر مطمئن کرو جو اپنے رب کی رضا کے طلب گار بن کر صبح و شام اُسے پکارتے ہیں، اور ان سے ہرگز نگاہ نہ پھیرو'' (الکھف 18: 29-28)۔ گویا کہ یہاں واضح طور پر صالح اجتماعیت سے جڑنے کی تاکید کی گئی ہے۔

اللہ کرے تجھ کو عطا جدّتِ کردار (2 قرآن میں ہو غوطہ زن اے مردِ مسلماں ،

۔ برادرانِ اسلام! آج ہم ایک ایسے دور میں زندہ ہیں جو فتنوں کا دَور ہے، آزمائشوں کا دور ہے۔ نبی کریمؐ نے ہمیں اس دور سے ڈرایا ہے جس میں فتنے سمندر کی موجوں کی طرح ٹھاٹھیں ماریں گے، جن کی وجہ سے لوگ اپنے عقائد سے گمراہ ہو جائیں گے۔ رسولؐ اللہ

فرماتے ہیں: لوگ ان فتنوں کے کاموں کی طرف اس طرح بڑھیں گے جیسے سخت اندھیری رات چھاجاتی ہے۔ آدمی ایمان کی حالت میں صبح کرے گا اور شام کو کافر ہوگا، شام کو ایمان کی حالت میں ہوگا اور صبح کافر ہوگا۔ آدمی دنیا کی بہت تھوڑی قیمت پر اپنے دین کو بیچ دے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں جن فتنوں سے ڈرایا گیا ہے اُن میں عورتوں کا سرکش ہو جانا، جوانوں کا فسق میں مبتلا ہو جانا، جہاد کا ترک کر دیا جانا، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر عمل نہ ہونا، بلکہ اُن پیمانوں ہی کا بدل جانا، یعنی لوگوں کا اچھائی کو بُرائی اور بُرائی کو اچھائی سمجھنے لگنا بھی شامل ہیں۔ برادرانِ اسلام! اس اُمت کے لیے ہر مشکل سے نکلنے کا راستہ قرآن ہی ہے، انسانوں کے وضع کردہ قوانین نہیں۔ نہ دائیں بازو اور بائیں بازو کی تنظیمیں اس کے مرض کا علاج کر سکتی ہیں۔ یہ صرف قرآنِ مجید ہے جو اسے بحرانوں سے نکال سکتا ہے۔ ہمارے اُوپر یہ فرض ہے کہ ہم اس کی طرف واپس آئیں اور اس کی ہدایت پر چلیں۔ ہم نے اُوپر رمضان اور قرآن کی بات کی، تو یہ حقیقت ہے کہ رمضان قرآن کا مہینہ ہے اور قرآن کی برکت، اس کی پیروی اور اس کے مطابق عمل کرنے میں ہے۔ اس کی برکت اس میں نہیں ہے کہ ہم اس کی آیات کے فریم زینت کی غرض سے دیواروں پر لٹکالیں، یا اسے مردوں کے پاس تلاوت کر لیں، یا اس کو بچوں اور عورتوں کے لیے تعویذ بنالیں۔ قرآن تمام انسانیت کے لیے ہر قسم کی گمراہی سے بچنے کے لیے آڑ ہے۔ قرآن اس لیے نازل ہوا ہے کہ زندوں کے معاملات کا فیصلہ کرے، نہ اس لیے کہ مردوں پر پڑھا جائے۔ قرآن نازل ہوا ہے کہ عدالتوں میں اس کے مطابق فیصلہ کیا جائے نہ کہ اسے محض ثواب اور اپنے مردوں کے ایصالِ ثواب کے لیے پڑھا جائے۔ قرآن اس اُمت کا دستور ہے، لہٰذا ضروری ہے کہ ہم اسی کی طرف رجوع کریں۔ اس کی آیات کو سمجھیں، اس کے فہم میں گہرائی پیدا کریں، اور اسے اپنا اخلاق بنالیں، جیسا کہ نبی کریمؐ کے اوصاف میں بیان کیا گیا ہے کہ قرآن آپؐ کا اخلاق تھا۔ قرآن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: کِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَیْكَ مُبٰرَكٌ لِّیَدَّبَّرُوْٓا اٰیٰتِهٖ وَلِیَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ o (صٓ 38:29)

یہ ایک بڑی برکت والی کتاب ہے جو (اے نبیؐ) ہم نے تمھاری طرف نازل کی ہے تاکہ یہ لوگ اس کی آیات پر غور کریں اور عقل و فکر رکھنے والے اس سے سبق لیں۔ برادرانِ اسلام! اس موقع پر یہ بہت مناسب ہوگا کہ ہم پوری اُمت کو رجوع الی الاسلام کی دعوت دیں۔ قرآن کی طرف بلائیں، دین کی طرف بلائیں۔ ہم نے دائیں بازو یا بائیں بازو کی تنظیموں اور مشرق و مغرب سے درآمد شدہ حل آزمائے۔ ہم نے دوسروں سے امداد کی بھیک کا تجربہ بھی کر لیا۔ ان تمام نے ہمیں کیا دیا؟ شکست، رسوائی، ندامت، نقصان، اخلاقی فساد اور غلامانہ انتشار کے سوا ہمیں کیا ملا ہے! ہمیں نہ معاشی آسودگی میسر آسکی، نہ سیاسی استحکام نصیب ہوا نہ معاشرتی تعلقات میں

بہتری آسکی، اور نہ اخلاقی ترقی ہوئی نہ روحانی رفعت حاصل ہو سکی۔ ہمارے پاس اسلامی اصول، ربانی شریعت، محمدی طریق ہائے کار اور عظیم ورثہ موجود ہے۔ لہٰذا ہم امیر ہیں اور دوسروں سے ان چیزوں کے معاملے میں بے نیاز ہیں۔ پھر کیوں سب کچھ درآمد کرتے اور بھیک مانگتے پھرتے ہیں؟ ہمیں اپنے قرآن، آسمانی ہدایت اور نبویؐ سنت کی طرف پلٹنا چاہیے۔ ہماری نجات اسی میں ہے کہ ہم اللہ کی کتاب اور رسولؐ اللہ کی سنت کو مضبوطی کے ساتھ تھام لیں۔ ببانگ دہل توحید کے عقیدے پر کاربند ہو جائیں۔ اسی طرح مسلمان ہو جائیں جیسے کبھی ہوا کرتے تھے، یعنی حقیقی مسلمان، نہ کہ نام کے مسلمان، یا موروثی مسلمان۔ مسلمانوں کو مستعد و متحرک ہونا چاہیے کہ وہ اپنے دین کے راستے میں اپنا سب کچھ نچھاور کر سکیں، اس دین کی خاطر کسی قربانی سے دریغ نہ کریں۔ لہٰذا ملت کا ہر فرد اور مسالک کے تمام ذمہ دار اپنے دین کے لیے قربانی دیں۔ کیا ہم اسلام کی راہ میں قربانی نہیں دے سکتے؟ برادرانِ اسلام! یہ دین اللہ کے فضل اور مومنوں کی نصرت کے ذریعے بالآخر فتح یاب ہوگا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ سے فرمایا: هُوَ الَّذِيٓ اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ (انفال 8:) وہی (اللہ) تو ہے جس نے اپنی مدد سے اور مومنوں کے ذریعے سے تمھاری تائید کی۔ برادرانِ اسلام! مسلمانوں کی تعداد اس وقت اربوں میں ہے، لیکن اہمیت تعداد کے زیادہ ہونے یا لشکروں کے بھاری ہونے کی نہیں ہوتی بلکہ اہمیت معیار کی ہوتی ہے۔ جب مسلمان 313 تھے تو انھوں نے عظیم فتح حاصل کی۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کے اس دن کو 'یوم الفرقان' کا نام دیا، یعنی جس میں حق اور باطل کے درمیان فرق سامنے آگیا اور اللہ نے تو سچ ہی فرمایا ہے کہ: وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ○ (اٰل عمرٰن 3:123) اور اللہ نے بدر میں تمھاری مدد کی حالانکہ اس وقت تم بہت کمزور تھے۔ لہٰذا تمھیں چاہیے کہ اللہ کی ناشکری سے بچو، اُمید ہے کہ اب تم شکر گزار بنو گے۔ وَاذْكُرُوْٓا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِي الْاَرْضِ تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَاٰوٰىكُمْ وَاَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ○ (انفال ۸:۲۶) یاد کرو وہ وقت جب کہ تم تھوڑے تھے، زمین میں تم کو بے زور سمجھا جاتا تھا، تم ڈرتے رہتے تھے کہ کہیں لوگ تمھیں مٹا نہ دیں۔ پھر اللہ نے تم کو جاے پناہ مہیا کر دی، اپنی مدد سے تمھارے ہاتھ مضبوط کیے اور تمھیں اچھا رزق پہنچایا، شاید کہ تم شکر گزار بنو۔ گویا جب مسلمان کم تھے مگر اللہ کے ساتھ تھے، حق، یعنی اسلام کے ساتھ تھے، تو اللہ نے لاکھوں پر انھیں غالب کیا۔ آج اُن اربوں مسلمانوں کی کوئی وقعت نہیں جو انصارِ مدینہ کی صفات سے متصف نہ ہوں۔

انصار کی صفت تھی کہ وہ خوف کے موقع پر سب اُمڈ آتے تھے اور طمع و طلب کے وقت خال خال دکھائی دیتے تھے۔ آج ہماری حیثیت آخری دور کے ان مسلمانوں جیسی ہے جن کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ان کی حیثیت سیلاب کے کوڑے

کرکٹ جیسی ہو گی جنھیں سیلاب بہالے جاتا ہے۔ برادرانِ اسلام! عظیم فیصلے اور عظیم ارادے بڑے اجتماعات ہی میں ہوتے ہیں۔ اہلِ اسلام کو عید کے موقع پر اسلام کی نصرت کا عزم کرنا چاہیے۔ روایت کیا گیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز اپنے اصحاب کی ایک جماعت سے پوچھا: سب سے زیادہ کن لوگوں کا ایمان تمھارے نزدیک عجیب ہو سکتا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا: فرشتوں کا۔ آپؐ نے فرمایا: وہ کیوں ایمان نہ لائیں گے وہ تو اپنے رب کے پاس ہی ہیں۔ لوگوں نے عرض کیا: تو پھر انبیا کا۔ آپؐ نے فرمایا: وہ کیوں نہ ایمان لائیں گے، جب کہ ان کے اُوپر تو وحی نازل ہوتی ہے۔ لوگوں نے عرض کیا: تو پھر ہمارا۔ آپؐ نے فرمایا: تم کیوں ایمان نہ لاتے، جب کہ میں تمھارے درمیان موجود ہوں۔ پھر آپؐ نے فرمایا: سنو! میرے نزدیک سب سے زیادہ عجیب ایمان اُن لوگوں کا ہے جو تمھارے بعد آئیں گے اور کتاب کو پڑھ کر ہی ایمان لے آئیں گے"۔ برادرانِ اسلام! یہ ہیں وہ بنیادیں جن کے اُوپر ہمیں اپنی عملی زندگی کی عمارت تعمیر کرنی ہے، لہٰذا آیئے اور اللہ کے انصار بن جایئے۔ رسولؐ اللہ کے پیروکار بن جایئے۔ بعید نہیں کہ تمھی وہ گروہ قرار پاؤ جو اللہ کے دین کو غالب کرنے والا ہو.

ہمارا خواب قرآنی کلچر (3)

آج ہمارے پاس قرآن صامت بعینہ اس طرح موجود ہے اور قران ناطق کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے ارشادات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دی ہوئی تشریحات اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قائم کردہ سنت ثابتہ سب کچھ اسی طرح موجود ہے جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُمت کو دے کر گئے تھے، اس کے باوجود آج مسلمانوں کی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں قرآن مجید کو وہ مقام حاصل نہں جس کی یہ کتاب مستحق ہے، ہمارا یہ دور اس اعتبار سے انتہائی افسوسناک وہ اندوہناک ہے کہ قرآن مجید سے آج ہمارا وہ مضبوط تعلق منقطع ہوتا نظر آتا ہے جس نے ہمارے جسد ملی کو تحفظ بکشا آج ہم میں سے بہت سوں کا قرآن مجید سے وہ تعلق نہں رہا جو ہونا چاہیے اس کی پیشین گوئی بھی قران مجید میں موجود ہے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالی کی بارگاہ میں عرض کریں گے کہ، پروردگار میری اس قوم نے قرآن مجید کو چھوڑ دیا تھا .

قرآن مجید کو چھوڑنے کی مختلف شکلیں ہوسکتی ہیں یہ سمجھنا کہ قرآن مجید کو چھوڑنے کا کوئی کاص پیمانہ یا معیار ہوتا ہے اور وہ ابھی تک سامنے نیں آیا، ایک بڑی خطرناک غلط فہمی ہے. ترک قرآن کا یہ خطرناک مرحلہ آچکا ہے، ترک قرآن آخر کیا ہے، یہی نا کہ قرآن

مجید کے الفاظ سے تعلق ختم ہو جائےٗقران مجید کے متن کو لوگ یاد کرنا چھوڑ دیں قران کو سمجھنے کی ضرورت کا احساس نہ رہے قرآن مجید کے پڑھنے پڑھانے سے دلچسپی ختم ہو جےٗ،لوگ قرآن مجید کے احکام پر عمل درآمد کرنا چھوڑ دیں۔ قرآن مجید کو قانون کا اولین .اور برتر ماخز تسلیم کرنے سے عملاً انکار کر دیں یہ ساری چیزیں قرآن مجید کو چھوڑنے ہی کی مختلف شکلیں ہیں

محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے روز سے اس کا اہتمام فرمایا کہ قرآن مجید کے جو حصے نازل ہوتے صحابہؓ کرام تک پہنچائےٗ جاتے وہاں ہر گھر قرآن کی درسگاہ ے تھا،وہاں ہر مسجد قرآن کی یونیورسٹی تھی،وہاں ہر بستی قرآنی تربیت گاہ تھی،وہاں ہر درسگاہ میں علم و بصیرت کی بنیاد کتاب الٰہی تھی

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم دار ارقم میں تشریف فرما تھے اور سیدنا عمر فاروقؓ وہاں کسی غلط ارادے سے جانے کے لیے نکلے تو اپنی ہمشیرہ کے گھر انہونے کیا منظر دیکھا تھا، یہ ہم سب کے علم میں ہے کہ حضرت خباب بن ارتؓ دوپہر کے وقت وہاں موجود تھے اور عمر فاروقؓ کی بہن اور بہنوئیٗ کو سورۃ طہ کی آیات پڑھا رہے تھے،اس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دار ارقم جیسے مشکل زمانہ میں بھی جب لوگوں کے لیے یہ بتانا بھی دشوار تھا کہ وہ اسلام قبول کر چکے ہیں،گھر گھر تعلیم قرآن کا انتظام کیا ہوا تھا،وقت کا تقاضا ہے کہ ملت قرآن کی طرف پلٹ آئے ملت کے ہر فرد کا یہ خواب بن جائےٗ کہ ہم قرآنی ماحول کلچر بنائینگے ہمارا ہر فرد و نوجوان کہیں خالی نہ رہے گھر میں صفر میں دوستوں میں جہاں کہیں بھی وقت ملےٗ اپنے جیب سے یا موبیل سے قرآن نکالےٗ اور پڑ ناشر و کر دے مسلمانو!رُک جاؤ،لوٹ آؤ اس کتاب کی طرف۔ ہر مسلمان اس کتاب کو سمجھ کر پڑھنے کا دل سے عہد کرے۔ پھر اس کی آیات میں اپنی استطاعت کے مطابق غور و تدبر کرے،اس کے معنی و مفہوم کو سمجھنے کی کوشش کرے،جو سمجھتا جائے اس پر عمل کرتا جائے۔ اس کے نتیجے میں زندگیوں میں اعمالِ صالحہ کی بہار آنی شروع ہو جائے گی۔ معاشرے اور گھروں کا منظر بدلنا شروع ہو جائے گا۔قرآن کے دامن میں چھپی مومنین صالحین کی تصویریں گلیوں، بازاروں میں چلتی پھرتی نظر آنے لگیں گی،تو انشااللہ ہمارا ہر دھا ہر ماہ ہر سال .رحمت مغفرت اور نجات کا ہو گا

اے ہمارے آقا! تو ہی نیکیوں کی توفیق دینے والا ہے اور تو ہی نیکیوں کو شرف قبول عطا کرنے والا ہے، ہمیں توفیق دے کہ ہم تیری پسندیدگی کی راہیں اختیار کر سکیں اور آخرت میں تیری چاہتوں کے تخت و تاج حاصل کر سکیں، ہم انتہائی کوتاہ بندے ہیں، اگر تو نے ہمیں اپنی توفیق سے محروم کر دیا تو ہمارا ٹھکانا کہاں ہو گا؟

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ۔ وَصَلِّ اللّٰھُمَّ عَلٰی نَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔